اطاعت امیر کا نظریہ اور حضرت امام حسینؑ کا مؤقف

ڈاکٹر زاہد علی زاہدی☆ ڈاکٹر عباس حیدر زیدی☆*

خلاصہ

ہر دور میں جہاں حکمرانوں نے رعایا پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے مذاہب کا سہارا لیا ہے اور خود کو ایک ایسی ہستی بنا کر پیش کیا ہے کہ جس کا رابطہ مافوق الفطرت قوتوں سے ہو، وہاں حقیقتِ حال سے ناآشنا عوام نے بھی حکمرانوں کے اچھے برے اعمال پر نظر رکھے بغیر انہیں یہ اعزاز بخشا ہے۔ یزید کے دورِ حکومت میں بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ یزید کے فاسق و فاجر، زانی و شرابی، کتوں اور بندروں سے کھیلنے والا اور گانے بجانے جیسی بیہودہ حرکتیں انجام دینے والا ہونے کے باوجود بھی مسلمان امت کی ایک کثیر تعداد نے اسے اپنا امیر مانا اور اس اطاعت کو واجب قرار دیا۔ ایسا اس لیے ہوا کہ بنی امیہ نے بعض ایسے درباری مفسر اور محدث جمع کر لیے تھے جو احادیث اور قرآن کی آیات سے غلط استفادہ کرتے ہوئے بنی امیہ کے ظالم حکمرانوں کی اطاعت کو بھی واجب قرار دیتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ جو یزید کے حکم پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے، وہ اپنے خیال میں اپنے کام کو مذہب کے عین مطابق تصور کر رہے تھے۔

بد قسمتی سے آج بھی مسلمانوں کے ایک طبقے کا خیال ایسا ہی ہے اور وہ بعض حدیثوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وقت کے ہر حکمران کی اطاعت واجب ہے خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح بعض مسلمان مفکرین "اولی الامر" کی تفسیر میں سرگرداں ہیں اور ان کے درمیان اس بات میں کافی اختلاف ہے کہ اولی الامر کون ہیں جن کی اطاعت واجب ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ وقت کا ہر حکمران اولی الامر ہے، اس کی اطاعت واجب ہے اور اس کے خلاف کوئی بھی انقلابی تحریک بغاوت ہے؛ خواہ وہ حاکم ظالم و جابر ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے قیام کے ذریعے اطاعت امیر کے اِس نظریہ کو ٹھکرا دیا۔ آپ نے واضح کیا کہ وہ شخص مسلمان امت کی حکمرانی کے لیے موزوں نہیں ہو سکتا جو کتاب خدا پر عمل نہ کرے، ظالم ہو، حق کی پیروی نہ کرے اور اپنے وجود کو اللہ کے لئے وقف نہ کر دے۔ للذا ایسے حاکم کے خلاف قیام، بغاوت نہیں جہاد ہے۔

*۔☆استاد علوم اسلامی، جامعہ کراچی، ☆استاد مطالعہ پاکستان، جامعہ کراچی

مذاہب کی تاریخ کا مطالعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ مختلف ادوار میں حکمرانوں نے اپنی رعایا پر گرفت مضبوط کرنے کے لیے مذاہب کا سہارا لیا اور خود کو ایسا مقدس بنا کر پیش کیا کہ عام انسان یہ سمجھیں کہ حکمران عام انسان نہیں بلکہ کوئی مافوق الفطرت ہستی ہیں یا کم از کم ان کا رابطہ مافوق الفطرت قوتوں سے ہے۔ کبھی تو انہوں نے خود کو دیوتا قرار دیا، کبھی دیوتائوں کے خاندان سے رشتہ جوڑا اور کبھی ان کا خصوصی منظور نظر ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ مسلمان حکمران بھی ظل الٰہی (خدا کا سایہ) کہلائے جبکہ اسلام نے جس خدا کا تصور پیش کیا ہے وہ ”لیس کمثلہ شئی “ ہے جس کا سایہ ہی ممکن نہیں۔

البتہ اسلام میں حکومت اور سیاست کا جو نظام ہے اس کے مطابق جب ایک اسلامی حکومت کا سربراہ کوئی حکم صادر کرے تو جس طرح معاشرتی نظم کا تقاضا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اسی طرح شریعت کا تقاضا بھی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے تاکہ معاشرے میں حرج و مرج نہ ہو۔ یہاں تک کہ جو اس حکمران سے علمی اختلاف رکھتا ہو اس کو بھی اطاعت سے گریز نہیں کرنا چاہئے تاکہ نظام کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

لیکن اسی چیز کو بنیاد بنا کر کچھ ایسے حکمران جو ظلم اور جبر کے بل بوتے پر عوام پر مسلط ہو گئے اور فسق و فجور کا بازار گرم کیا، حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے دیا، سنتوں کو بدعتوں سے بدل دیا اور بے گناہوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا، انہوں نے بھی اپنی غیر مشروط اطاعت و فرمانبرداری کو عوام پر واجب قرار دے دیا اور انہی دلیلوں کو اپنے حق میں پیش کیا جن کو حقیقی اسلامی حکومت کے امیر کی اطاعت کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

ایسے حکمرانوں کی ایک طویل فہرست ہے تاہم مضمون کے اختصار کے پیش نظر زیر نظر مقالہ میں ہم صرف یزید بن معاویہ کے دور کے حوالے سے اس موضوع پر اظہار خیال کریں گے۔ یزید کے بارے میں تاریخ متفق ہے کہ وہ فاسق و فاجر تھا، زانی و شرابی تھا، کتوں اور بندروں سے کھیلتا تھا، گانے سنتا تھا اور طنبورے بجاتا تھا اور امام حسینؑ نے واضح طور پر اس کے لیے کہا تھا کہ ایسا شخص امت مسلمہ کی قیادت و رہبریت کے لیے کسی طرح بھی موزوں نہیں ہے تاہم ایک طبقہ اسی دور میں یزید کی اطاعت کے لیے راہیں ہموار کرنے میں لگا رہا اور اس نے ایسی حدیثیں بھی پیش کر دیں کہ جس میں ہر حکمران کی اطاعت واجب قرار

دی گئی ہے خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ بعد میں جب احادیث کے مجموعے تیار ہوئے تو بعض چیزیں ان میں بھی آگئیں۔ مثلاً صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو میرے طور طریقوں پر نہیں چلیں گے اور میری سنت قبول نہیں کریں گے۔ ان میں سے ایسے آدمی ہوں گے جن کے دل شیطان کے اور بدن انسانوں کے ہوں گے۔ حذیفہ کا کہنا ہے کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں اس زمانے میں زندہ ہوں تو کیا کروں؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں چاہئے کہ امیر کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ اگرچہ وہ تمہیں تازیانے لگائے اور تمہارا مال چھین لے، پھر بھی اس کی اطاعت کرو اور اس کے فرمانبردار رہو۔" (1)

اسی طرح ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ، إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔"

یعنی: "جو شخص اپنے امام سے کوئی ایسی چیز دیکھے جس سے وہ نفرت کرتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ صبر کرے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک قدم یا ایک بالشت دور ہو جائے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔" (2)

یہی حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے۔ (3)

حکمرانوں کی مطلق اطاعت کا نظریہ اس قدر راسخ ہو چکا تھا کہ اس کے خلاف کسی بھی طرح کی مخالفت کو بغاوت قرار دیا جاتا تھا اور باغی کی سزا یعنی موت اس کا مقدر ہوتی تھی۔ بنی امیہ نے اپنی اطاعت کے لیے ایسی باتوں کو اس قدر عام کیا کہ اس کے تمام کارندے اپنے ہر ظلم و ستم کی توجیح اسی فلسفہ کے ساتھ کرنے لگے اور خود کو مومن اور پارسا سمجھنے لگے۔ یہاں تک کہ امام حسینؑ جیسے جوانان جنت کے سردار اور فرزند پیغمبر کو قتل کرنے کے لیے بھی یہی تاویل پیش کی گئی کہ وہ امیر کی اطاعت سے نکل گئے۔ جب حاکم کوفہ نعمان بن بشیر کو معلوم ہوا کہ لوگ حضرت مسلم بن عقیل (ع) کی تیزی سے بیعت کر رہے ہیں تو اس نے منبر جا کر تقریر کی اور کہا:

"وَ نَكَثْتُمْ بَيْعَتَكُمْ، وَ خَالَفْتُمْ إِمَامَكُمْ فَوَاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ لَأَضْرِبَنَّكُمْ بِسَيْفِي۔"

یعنی: " اگر تم نے میری کھلم کھلا مخالفت شروع کر دی اور اپنے امام (یزید) کی بیعت توڑ دی تو میں تمہیں اپنی تلوار سے ماروں گا۔" (4)

مسلم بن عمرو باہلی کہ جس کا مرتبہ یزید کے نزدیک بہت بلند تھا، اس نے حضرت مسلم بن عقیل (ع) سے کہا:

"أَنَا مَنْ عَرَفَ الْحَقَّ إِذْ تَرَكْتَهُ وَنَصَحَ الْأُمَّةَ وَالْإِمَامَ إِذْ غَشَشْتَهُ، وَسَمِعَ وَأَطَاعَ إِذْ عَصَيْتَهُ۔"

یعنی: " میں وہ شخص ہوں جو حق کو جانتا ہوں حالانکہ تو نے اس کا انکار کیا ہے اور میں وہ شخص ہوں جس نے امت اور امام کی خیر خواہی چاہی جب تو نے دھوکہ کیا؛ اور میں وہ شخص ہوں جس نے امام کی پیروی کی؛ جب تو نے اس کی مخالفت کی ہے۔" (5)

معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ جب مالک بن نسیر نامی شخص ابن زیاد کا خط لے کر حر کے پاس پہنچا تو اس نے حر کو تو سلام کیا لیکن امام حسین علیہ السلام کو سلام نہ کیا۔ اس کی اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھی یزید بن زیاد بن مہاصر ابوالشعثاء کندی میں اس طرح گفتگو ہوئی۔ ابوالشعثاء نے کہا "ثكلتك امك لماذا جئت فيه" یعنی: "تیری ماں تجھ پر روئے یہ تو کس کام کے لئے آیا ہے؟" اس نے جواب دیا: "وما جئت فيه أطعت امامي و وفيت ببيعتي" یعنی: "میں اور کس کام کو آیا ہوں؟ میں نے اپنے امام کی اطاعت کی اور بیعت کو پورا کیا۔" (6)

ابوالشعثا نے کہا کہ:

" عصيت ربك وأطعت امامك في هلاك نفسك كسبت العار و النار قال الله عزو جل وجعلناهم أئمة يدعون الى النار ويوم القيامة لاينصرون۔ فهو امامك۔"

یعنی: " تو نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور اپنے امام کی اطاعت کرکے اپنی ہلاکت کا سامان کیا۔ تو نے دنیا کی فضیحت اور عذاب آخرت دونوں کو مول لے لیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: "ایسے امام بھی ہیں جو لوگوں کو آتش جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں اور روز قیامت ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ان معنوں سے بیشک وہ تیرا امام ہے۔" (7)

تاریخ طبری میں ہے کہ روز عاشور جب امام حسین علیہ السلام زخموں سے چور ہو کر زمین پر تشریف لائے تو مالک بن نسیر نے ہی حضرت کے سر اقدس پر تلوار لگائی جو عمامہ کو کاٹ کر سر میں اتر آئی اور تمام عمامہ خون سے تر ہو گیا۔ اس ظالم نے اپنے اسے بدترین عمل کی توجیح یہ کہہ کر کی کہ "میں نے اپنے امام کی اطاعت کی اور بیعت کو پورا کیا" اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ یزید کو امام وقت سمجھتے ہوئے اس کی بیعت کا خود کو پابند سمجھتا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کے ساتھی بریر ابن خضیر کو کعب بن جابر عمر وازدی نے شہید کیا۔ جب وہ واقعہ کربلا کے بعد اپنے گھر کوفے میں واپس پہنچا تو اس کی بیوی یا بہن نوار بنت جابر نے اس سے ناراضگی ظاہر کی تو اس موقع پر اس نے اشعار کہے، جس کے آخر میں اس نے کہا:

"فأبلغ عبيد الله ما لقيته ـ ـ ـ بأني مطيع للخليفة سامع"

یعنی: " کوئی میرا پیغام ابن زیاد سے مل کر پہنچا دے کہ میں بجان و دل خلیفۂ وقت کا مطیع و تابع فرمان ہوں"۔ (8)

کعب کے یہ اشعار اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ وہ خلیفہ وقت جو کہ یزید تھا، اس کی اطاعت کو واجب گردانتا تھا۔ سید الشہداء علیہ السلام کی دشمنی میں آئے ہوئے اکثر یزیدی قتل حسین کے لیے یہی جواز کافی سمجھتے تھے اور اس فعل قبیح کے لیے اپنے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کے لیے یہی نعرہ لگاتے تھے۔ ایک موقع پر لشکر یزید میں عمر بن الحجاج نے کھڑے ہو کر آواز دی:

"يا أهل الكوفة الزموا طاعتكم وجماعتكم ولا ترتابوا في قتل من مرق من الدين وخالف الامام۔"

یعنی: " اے اہل کوفہ امیر کی اطاعت اور اپنی متفقہ رائے پر سختی سے قائم رہو اور کوئی شک نہ کرو ان لوگوں کے قتل میں جو مذہب سے نکل گئے ہیں اور امام کی مخالفت کر رہے ہیں"۔ (9)

اس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

"يا عمرو بن الحجاج أ تحرض الناس؟ أنحن مرقنا وأنتم ثبتم عليه أما والله لتعلمن لو قد قبضت أرواحكم و متم على أعمالكم أيّنا مرق من الدين ومن هو ألوى بصلى النار۔"

یعنی: ”اے عمرو بن الحجاج تو میری جنگ کے لئے لوگوں کو آمادہ کر رہا ہے؟ کیا ہم دین سے نکل گئے اور تم دین پر باقی ہو؟ خدا کی قسم جب یہ چند روزہ زندگی ختم ہو گی اور موت کا مزہ چکھو گے اس وقت معلوم ہو گا کہ کون دین سے نکلا تھا اور کون آتش جہنم میں سزا پائے جانے کا مستحق ہے“۔(10)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو لوگ امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ کر رہے تھے، ان کے افکار میں اپنے امام (حکمران) کی اطاعت ہی عین مذہب تھا۔ شمر بن ذی الجوشن جو قاتلین امام حسین علیہ السلام میں شامل تھا، اس کے بارے میں ابن حجر لکھتے ہیں کہ جب شمر نماز جماعت میں آتا تو نماز کے بعد دعا کرتے ہوئے کہتا تھا: ” اللھم انك تعلم أني شريف فاغفرلی۔ یعنی: ” خدایا! تو جانتا ہے کہ میں ایک اچھا انسان ہوں لہٰذا میری مغفرت فرما!“

راوی کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا: تو یہ خدا سے کیسے توقع کر سکتا ہے کہ وہ تجھے بخش دے حالانکہ تو نے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کیا ہے؟ شمر نے کہا:

”ویحك! فكيف نصنع؟ ان أمرائنا هؤلاء أمرونا بأمر فلم نخالفهم، ولو خالفناهم كنا شرا من هذه الحمرالسقاة۔“

یعنی: ” تو کیا کہتا ہے؟ میں کیا کر سکتا تھا! وہ ہمارا امیر ہے اس نے ہمیں حکم دیا اور اگر ہم مخالفت کرتے تو اس گدھے سے بھی بدتر ہوتے جو پانی کھینچنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔“ اس کے بعد ابن حجر اس مطلب کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: ”یہ عذر نہایت ناپسندیدہ ہے کیونکہ اطاعت فقط پسندیدہ اور اچھے کاموں میں ذکر ہوئی ہے“۔(11)

شمر کے ان جملوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس معاملے میں یہ لوگ کس قدر راسخ العقیدہ تھے اور یزید بن معاویہ جیسے فاسق و فاجر حکمران کی اطاعت کو خدا اور رسول کی اطاعت کی طرح سمجھتے تھے اور اس بات پر فخر کرتے تھے نیز کسی بھی مرحلے میں شرمندہ نہیں ہوتے تھے۔ اسی قسم کی ایک روایت کو ابن عساکر نے اپنی ”تاریخ دمشق“ میں بھی بیان کیا ہے۔(12)

جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے اور اہل حرم کو اسیر کر کے دربار ابن زیاد میں لایا گیا تو اس نے اعلان کروایا کہ لوگ مسجد جامع میں جمع ہوں۔ اس موقع پر اس نے منبر پر جا کر جو تقریر کی اس کے افتتاحی جملے اس طرح تھے:

"الحمد لله الذی أظهر الحق وأهله ونصر أمیر المؤمنین یزید بن معاویة وحزبه وقتل الکذاب ابن الکذاب الحسین بن علی وشیعته۔"

یعنی: "خدا کا شکر ہے، جس نے حق اور اہل حق کو فتح عنایت کی اور خلیفہ وقت یزید بن معاویہ اور ان کے گروہ کی مدد فرمائی اور ۔۔۔ حسین ابن علیؑ کو ان کے شیعوں سمیت قتل کیا۔" (13)

یہاں ہم نے تاریخ طبری سے عبیداللہ ابن زیاد کے اصل جملے نقل کر دیئے ہیں لیکن ابن زیاد نے حضرت امام حسین (ع) اور ان کے والد حضرت امام علی (ع) کے متعلق جو نازیبا الفاظ استعمال کیے ہیں ان کا ترجمہ کرنے کی ہم میں تاب نہیں ہے۔ ابن زیاد کے جملوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ چونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا، لہٰذا وہ خلیفہ وقت یزید اور اس کے ساتھیوں کو اہل حق جبکہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے جانثاروں کو (نعوذ باللہ) اہل باطل تصور کرتا تھا۔
جب یزید مر گیا تو عبید اللہ ابن زیاد نے شام کی جانب راہ فرار اختیار کی، راستے میں اس نے اپنے ایک ساتھی کے جواب میں کہا کہ:

"أما قتلی الحسین فانه خرج علی امام وأمة مجتمعة، وکتب الی الامام یأمرنی بقتله، فان کان ذلك خطأ کان لازما لیزید"

یعنی: 'جہاں تک قتل حسین کا تعلق ہے۔ انہوں نے امام اور پوری امت کے خلاف بغاوت کی تھی اور مجھے میرے امام نے لکھ بھیجا تھا کہ میں انہیں قتل کر دوں۔ اگر یہ اقدام غلط تھا تو اس کا ذمہ دار یزید ہے۔"۔(14)

جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی تو عبداللہ بن عمر نے اپنے بیٹوں اور موالیوں کو جمع کیا اور ایک حدیث کے ذریعے انھیں بیعت پر آمادہ کیا اور کہا: "تم میں سے کوئی ہرگز یزید کی بیعت نہ توڑے اور کوئی اس امر میں تردد کا شکار نہ ہو ورنہ میرے اور تمھارے درمیان تلوار ہو گی"۔(15)

جب دور یزید میں حصین بن نمیر نے شامی فوجوں کے ساتھ مکہ پر حملہ کیا تو خانہ کعبہ کی طرف آیا اور اس کی طرف آگ پھینکی۔ یہاں تک کہ کعبہ کو جلا دیا۔ اس وقت ابن زبیر کے قاضی عبداللہ بن عمیر لیثی نے شامیوں کو خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرنے سے ڈرایا لیکن بعض شامیوں نے کہا کہ:

”ان الحرمة والطاعة اجتمعتا، فغلبت الطاعة الحرمة“ (16)

یعنی: ”حرمت خدا اور اطاعت (خلیفہ) اکٹھے ہو گئے اور اطاعت حرمت پر غالب آگئی۔“

ان تمام واقعات میں جس مشترکہ بات کا واضح اشارہ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے مخالفین اپنے خلیفہ کی اطاعت کو واجب سمجھتے تھے اور مخالف گروہ کو باغی گردانتے تھے اور امام جائر اور امام عادل کی اطاعت میں کچھ فرق نہیں کرتے تھے بلکہ شاید امام عادل کی اطاعت میں اس قدر سرگرمی نہ دکھاتے ہوں جیسا کہ تاریخ میں امیر المومنین کے ساتھیوں کا حال ملتا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی جن خطوط پر تربیت کی گئی تھی انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ اطاعت امام کا فلسفہ کیا ہے اور یہ کہ امام جائر اور امام عادل میں کیا فرق ہے۔ ان کو یہ بتایا ہی نہیں گیا تھا کہ امام جائر کی مخالفت بھی اسلام کی تعلیمات کا حصہ ہے اور ظلم کے مقابلے میں اُٹھ کھڑا ہونا اور ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا سب سے بڑا جہاد ہے۔ امام حسین علیہ السلام اسی پیغام کو لے کر آگے بڑھے اور جب ان سے ولید بن عتبہ نے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا گیا تو فرمایا:

”أيها الأمير انا أهل بيت النبوة، ومعدن الرسالة، و مختلف الملائكة، وبنا فتح الله، وبنا يختم، ويزيد رجل فاسق شارب الخمر، قاتل النفس المحترمة، معلن بالفسق ومثلي لا يبايع مثله، ولكن نصبح وتصبحون، وننظر وتنظرون أينا أحق بالبيعة والخلافة۔“

یعنی: ”اے امیر! ہم خاندان نبوت اور معدن رسالت ہیں۔ ہمارے گھر پر فرشتوں کی رفت و آمد رہا کرتی ہے، اور ہمارے خاندان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام ہمارے گھرانے سے شروع کیا اور آخر تک ہمیشہ ہمارا گھرانہ اسلام کے ہمراہ رہے گا۔ لیکن وہ یزید جس کی بیعت کی تم مجھ سے توقع کر رہے ہو، اس کا کردار یہ ہے کہ وہ شراب خوار ہے، بے گناہ افراد کا قاتل ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو پامال کیا اور برسر عام فسق و فجور کا مرتکب ہوتا ہے۔ مجھ جیسا شخص کسی صورت اس جیسے شخص کی

بیعت نہیں کرے گا۔ اب ہم اور تم دونوں آنے والے وقت کا انتظار کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے کون خلافت اور بیعت کا زیادہ مستحق ہے۔" (17)

اس فرمان میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے پہلے اپنا تعارف کرایا، پھر یزید کا کرایااور اس کے اعمال قبیحہ کو بیان کرکے کہا کہ مجھ جیسا شخص اس جیسے شخص کی بیعت نہیں کرسکتا اور آخر میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آنے والے وقت کا انتظار کرو کہ ہم زیادہ مستحق خلافت و بیعت ہیں یا وہ شخص۔ گویا امام حسین علیہ السلام یہ فرمارہے ہیں کہ امت مسلمہ کی قیادت و رہبریت کے لیے کچھ شرائط ہیں اور یہی وہ شرائط ہیں جن کی بناپر امیر کی اطاعت واجب ہے اگر یہ شرائط ختم ہوجائیں یا سرے سے موجود ہی نہ ہو تو پھر اس کی خلافت و ولایت ہی جائز نہیں ہوگی نیز اس کی اطاعت بھی ساقط ہوجائے گی یہاں تک کہ اس کی مخالفت واجب ہوجائے گی۔

روایت میں ہے کہ اس واقعہ کے دوسرے دن کسی مقام پر جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور مروان کا آمناسامنا ہوا تو اس نے حضرت امام حسین سے کہا کہ آپ یزید کی بیعت کرلیں، اسی میں آپ کے دین اور دنیا کی بھلائی ہے تو حضرت امام حسینؑ نے فرمایا:

" انا للہ وانا الیہ راجعون وعلی الاسلام السلام اذ قد بلیت الأمة براع مثل یزید ولقد سمعت جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول الخلافة محرمة علی أبی سفیان "

یعنی: " اگرامت کی رہبری یزید جیسے شخص کے ہاتھوں میں ہو تو پھر اسلام پر فاتحہ پڑھ لیناچاہئے، میں نے اپنے جد رسول اکرم سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا: خلافت خاندان ابوسفیان پر حرام ہے۔" (18)

یعنی مروان کے نزدیک حضرت امام حسینؑ کے لئے دین و دنیا کی بھلائی اس میں تھی کہ وہ یزید کی بیعت کرلیں جبکہ حضرت امام حسینؑ امت کی رہبری کے لئے یزید کے منتخب ہونے اور اس کی بیعت کرنے کو اسلام کی موت تصور کرتے تھے۔ امام حسینؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ یزید جیسے حکمران سے مملکت کی سلامتی کو خطرہ ہے یا معیشت کو خطرہ ہے یا ثقافت کو خطرہ ہے بلکہ فرمایا کہ اسلام کو خطرہ ہے یعنی یزید جیسے حکمران آئیڈیالوجی کے لیے خطرہ ہیں اور تاریخ نے ثابت کردیا کہ کس طرح اسلام کی روح ختم کردی گئی۔ یہی کیا کم ہے کہ حاکم جائر کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا اسلام میں تو اعلیٰ ترین جہاد ہے لیکن یزیدی فکر میں

بغاوت اور قابل گردن زدنی قرار پاتا ہے اور حسینؑ بن علیؑ جیسے وحی و نبوت کی آغوش میں پرورش پانے والے کو قتل کرنے کے لیے عمر بن سعد، شمر اور ابن زیاد جیسے فاسق و فاجر اطاعت امیر کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنا مشن جاری رکھا اور یزیدی فکر کے مقابلے میں اس فکر کی ترویج کرتے رہے جو انہیں پیغمبر سے وراثت میں ملی تھی۔ جب اہل کوفہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بیعت کا مطالبہ مسترد کر دیا ہے اور مکہ تشریف لا چکے ہیں تو انہوں نے بڑی تعداد میں انفرادی اور اجتماعی طور پر خطوط لکھے ،ان کے جواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کو خط لکھا، جس میں رہبر و امام کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''الحاکم بالکتاب القائم بالقسط الدائن بدین الحق الحابس نفسه علی ذلك لله والسلام۔''

یعنی: '' امام اور رہبر وہ ہے جو کتاب خدا پر عمل کرے، عدل و انصاف کا راستہ اختیار کرے، حق کی پیروی کرے اور اپنے وجود کو اللہ کے لئے وقف کر دے۔''(19)

یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کے نزدیک اس امت کا اصل حاکم وہ ہے، جس میں مندرجہ بالا صفات پائی جائیں اور اگر یہ صفات نہ ہوں تو وہ اسلامی معاشرے کی قیادت کے لیے اہل ہی نہیں ہوگا پھر اس کی اطاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ امام حسینؑ نے کوفہ سے کربلا جاتے ہوئے راستے میں شراف کے مقام پر نماز عصر کے بعد حر بن یزید ریاحی کے لشکر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''أیها الناس انکم ان تتقوا الله وتعرفوا الحق لأهله یکن أرضی لله عنکم ، ونحن أهل بیت محمد صلی الله علیه وآله وسلم أولی بولایة هذا الأمر علیکم من هؤلاء المدعین ما لیس لهم ، والسائرین فیکم بالجور والعدوان۔''

یعنی: '' اے لوگوں! اگر خدا سے ڈرو اور حق کو اہل حق کے لئے قبول کرو (تمہارا یہ عمل) اللہ کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ ہم نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کے اہل بیتؑ، ولایت اور رہبری کے لئے ان لوگوں (بنی امیہ) سے بہتر ہیں جو اس چیز کے دعوی دار ہیں جس کا انہیں حق نہیں ہے۔ انہوں نے ظلم و ستم اور اللہ کی دشمنی کا راستہ اپنایا ہے۔''۔(20)

بیضہ کے مقام پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے لشکر حر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"أيها الناس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من رأى سلطانا جائرا مستحلا لحرم الله ناكثا لعهد الله مخالفا لسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم يعمل في عباد الله بالاثم والعدوان فلم يغير ما عليه بفعل ولا قول كان حقا على الله أن يدخله مدخله ألا وان هؤلاء قد لزموا طاعة الشيطان وتركوا طاعة الرحمن وأظهروا الفساد وعطلوا الحدود واستأثروا بالفيء وأحلوا حرام الله وحرموا حلاله وأنا أحق من غيري۔"

یعنی: "اے لوگوں! رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ظالم حاکم کو دیکھے جو اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حلال بنارہا ہو، خدا سے کئے گئے عہد و پیمان کو توڑ رہا ہو، رسول کی سنت کا مخالف ہو اور (یہ شخص) ایسے حکام کو دیکھنے کے باوجود اپنے عمل یا اپنے قول سے اس کی مخالفت نہ کرے تو اللہ کو حق ہے کہ اس (خاموش اور بے عمل) شخص کو اسی ظالم کے ساتھ عذاب میں مبتلا کرے۔اے لوگوں جان لو کہ ان لوگوں (بنی امیہ) نے شیطان کی اطاعت کرلی ہے اور رحمٰن کی اطاعت کو ترک کردیا ہے (خاندان نبوت سے مختص) مال کو اپنے لئے مخصوص کرلیا ہے، اللہ کی طرف سے کئے گئے حرام کو حلال میں اور اللہ کی طرف سے کئے گئے حلال کو حرام میں تبدیل کردیا ہے اور میں (ان مفسدوں کے مقابلے میں اسلامی معاشرے کی رہبری کا) زیادہ حقدار ہوں۔۔۔۔۔"۔(21)

اس فرمان میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے بالکل واضح الفاظ میں بنوامیہ کی حکومت کی مذمت کی اوران کی بری صفات کا ذکر کرتے ہوئے خود کو اس امت کی رہبری کا اصل حقدار قرار دیا یہی وہ بنیادی نکتہ جس میں بنی امیہ نے تحریف کرکے خود کو اسلامی ریاست کا سربراہ بنالیا تھا اور اگر اس زمانے کا عالم اسلام بلکہ خواص اسلام اس حقیقت کو درک کرلیتے اور اس کے لیے کمر کس لیتے تو اسلامی تاریخ کچھ اور ہوتی اور ایک کے بعد ایک فاسق و فاجر، ظالم و جابر حکمران ظلم و ستم کا بازار گرم نہ کرتے اور دین کو بازیچہ اطفال نہ بنالیتے۔ بدقسمتی سے بنی امیہ نے بعض ایسے درباری علماء بھی جمع کرلیے تھے جو ان کی اس گمراہی کو عین ہدایت قرار دیتے تھے اور عوام کو دین کے نام پر گمراہ کرتے تھے۔ان کے پاس احادیث بھی تھیں

اور قرآن کی آیات بھی اور وہ ان سے کھیلتے رہتے تھے مثلاً اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (اللہ کی اطاعت کرو اس کے رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی اطاعت کرو)۔(22)

بنی امیہ نے لوگوں کو سمجھایا کہ اولی الامر سے مراد ہر صاحب حکومت ہے پس لوگوں کو چاہئے کہ وہ ہر حکمران کی اطاعت کریں خواہ وہ ظالم جابر اور فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کی مزید توثیق کے لیے کچھ حدیثیں بھی گھڑ لی گئیں اور کہا گیا کہ اس وقت تک اطاعت کرتے رہو جب تک وہ تمہیں نماز تک سے نہ روک دیں مثلاً ذیل کی حدیث پر غور کیجئے:

"قَالَ اِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا أَيْ مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ وَأَنْكَرَ بِقَلْبِهِ۔" (23)

قریب ہے کہ تم پر امیر مقرر ہوں تم ان کے اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے کام بھی پھر جو کوئی برے کام کو پہچان لے وہ بری ہوا (اگر اس کو روکے ہاتھ یا زبان یا دل سے) اور جس نے برے کام کو برا جانا وہ بھی بچ گیا لیکن جو راضی ہوا برے کام سے اور پیروی کی اس کی (وہ تباہ ہوا) صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ایسے امیروں سے لڑائی نہ کریں آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھا کریں (اور جو نماز بھی چھوڑ دیں تو ان کو مارو اور امارت سے موقوف کردو) اسی کتاب کے اسی باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ لا ما اقاموا فیکم الصلوٰۃ (بغاوت نہ کرو جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں۔

ظاہر ہے کہ جب ظالم حکمران اتنے طاقتور ہو جائیں گے کہ نماز سے بھی گذر جائیں تو پھر ان کے خلاف بغاوت کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے شاید یہی وجہ ہے کہ فاسق ترین مسلمان حکمران بھی نماز جمعہ و عیدین کی امامت کے لیے آجاتے تھے تاکہ اپنی اطاعت کی کم ترین شرط پوری کر دیں۔ یوں بھی اس قسم کے حکمرانوں کو اس سے غرض نہیں کہ لوگ نماز و روزہ کریں یا نہ کریں ان کو تو اپنے اقتدار سے غرض ہوتی ہے جیسا کہ مقاتل الطالبین میں اعمش سے روایت ہے کہ وہ نخیلہ میں امیر شام کے ساتھ تھا کہ خطبہ جمعہ میں اس نے کہا:

"انی واللہ ما قاتلتکم لتصلوا ولا لتصوموا ولا لتحجوا ولا لتزکوا انکم لتفعلون ذلک۔ وانما قاتلتکم لاتأمر علیکم وقد اعطانی اللہ ذلک وانتم کارھون۔"

یعنی: " قسم بخدا میں نے تم لوگوں سے اس وجہ سے جنگ نہیں کی تھی کہ تم نماز پڑھو اور روزے رکھا کرو، حج ادا کیا کرو اور زکات دیا کرو۔ کیونکہ یہ تو تم کرتے ہی ہو۔ البتہ میں نے تم سے جنگ اس لئے کی کہ تم پر حکومت کروں۔ پس اللہ نے یہ مجھ کو عطا کر دی، حالانکہ تم اس سے ناخوش ہو۔"۔(24)

آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان مفکرین سورہ نساء کی اس آیت کی تفسیر میں سر گرداں ہیں اور ان کے درمیان اس بات میں کافی اختلاف ہے کہ اولی الامر کون ہیں اور کس اولوالامر کی اطاعت واجب ہے اور ایک بڑا گروہ اس سے مراد ہر طرح کے حکمران لیتا ہے اور وہ ان کی اطاعت کو واجب قرار دیتا ہے اور ہر انقلابی تحریک کو بغاوت سمجھتا ہے۔ امام حسینؑ نے اپنے خون سے اس فکر کو باطل قرار دیا اور انقلابی تحریکوں کے لیے راہیں استوار کر گئے یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد عالم اسلام کے تمام بڑے شہروں میں بنی امیہ کے خلاف تحریکیں شروع ہو گئیں جن میں مدینہ میں صحابہ و تابعین کی تحریک جو عبد للہ بن حنظلہ کی قیادت میں چلی اور واقعہ حرہ کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی، مکہ میں عبد اللہ بن زبیر نے بغاوت کر دی، کوفہ میں پہلے حضرت سلیمان بن صرد خزاعی کی قیادت میں توابین اور بعد ازاں مختار ثقفی نے قیام کیا۔

اس کے بعد بھی حضرت زید بن علی بن حسین (زید شہید)، نفس ذکیہ، عبد اللہ افطح وغیرہ نے مسلسل تحریکیں چلا کر بنی امیہ اور بنی عباس کے حکمرانوں کی نیندیں حرام کر دیں۔ یہ سب کچھ فکر حسین کا ہی اثر تھا ورنہ کربلا سے پہلے لوگ ہر حکمران کو مقدس سمجھتے تھے اور ان کے خلاف کسی بھی تحریک کا ساتھ دیتے ہوئے گھبراتے تھے۔ عام مسلمان بھی اپنے دین کو حکمرانوں سے لینے کے بجائے فقہاء سے لینا پسند کرتے تھے اور فقہاء نے بھی حکمرانوں کی غلط بات کو ماننے سے انکار کیا جس کے سبب ان کو قید و بند کی صعوبتوں سے گذرنا پڑا اور کوڑے تک کھانے پڑے۔ آج بھی اگر عالم اسلام میں ظالم حکمرانوں کے خلاف بغاوت نظر آرہی ہے تو وہ فکر کربلا ہی کی رہین منت ہے ورنہ تو درباری ملاؤں نے تو ہمیشہ ظالم کی اطاعت کو قرآن وسنت کی روح کے عین مطابق قرار دیا ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔ مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیری النیشاپوری، صحیح مسلم، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، بَابُ الْأَمْرِ بِلُزُومِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُورِ الْفِتَنِ وتحذیر الدعاة الی الکفر، جز۳، ص۱۴۷۶

2۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، المحقق: محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ: الٔاولی، ۱۴۲۲ھ، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ(ص): سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُمُورًا تُنْكِرُونَهَا، جز۹، ص۴۷

3۔ النیشاپوری، صحیح مسلم، ص۱۴۷۸

4۔ ابن الٔاثیر، عزالدین، الکامل فی التاریخ، تحقیق: عمر عبد السلام تدمری، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، الطبعۃ: الٔاولی، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء، جز۳، ص۱۳۴

5۔ ایضاً، جز۳، ص۱۴۴، ۱۴۵

6۔ محمد بن جریر الطبری، الطبری، تاریخ الٔامم والملوک، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، الطبعۃ الٔاولی، ۱۴۰۷ھ، جز۳، ص۳۰۹

7۔ ایضاً، جز۳، ص۳۰۹۸

8۔ ایضاً، جز۳، ص۳۲۳

9۔ ایضاً، جز۳، ص۳۲۴

10۔ ایضاً، جز۳، ص۳۲۴

11۔ ذہبی، محمد بن أحمد بن عثمان بن قَایْماز، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، تحقیق: علی محمد البجاوی، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، الطبعۃ: الٔاولی، ۱۳۸۲ھ، ۱۹۶۳ء، جز۲، ص۲۸۰

12۔ ابن عساکر، أبو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ، تاریخ دمشق، المحقق: عمرو بن غرامۃ العمروی، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۵ء، جز۲۳، ص۱۸۹

13۔ الطبری، تاریخ الٔامم والملوک، ص۳۳۷

14۔ دینوری، الٔاخبار الطوال، تحقیق: عبد المنعم عامر، مراجعۃ: الدکتور جمال الدین الشیال، الٔاولی، ۱۹۶۰ء، دار احیاء الکتب العربی، عیسی البابی الحلبی وشرکاہ، منشورات شریف الرضی، الطبعۃ الٔاولی ۱۹۶۰ء القاہرۃ، ص۲۸۴

15۔ بخاری، صحیح بخاری، ص۲۶۰۳

16۔ یعقوبی، أحمد بن أبی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن واضح الکاتب العباسی، تاریخ الیعقوبی، مؤسسۃ نشر فرہنگ اہل بیت (ع) قم، ایران، ج ۲، ص ۲۵۲

17۔ بحرانی، الشیخ عبد اللہ، العوالم، الامام الحسین (ع)، مدرسۃ الامام المہدی (ع)، الأولی المحققۃ، ۱۴۰۷ھ، مدرسۃ الامام المہدی (عج) بالحوزۃ العلمیۃ، قم، ایران، ص ۱۷۴

18۔ ابن طاووس، السید، اللہوف فی قتلی الطفوف، الأولی، ۱۴۱۷ھ، مہر، أنوار الہدی، قم، ایران، ص ۱۸

19۔ محسن الأمین، السید، اعیان الشیعۃ، ۱۴۰۳ھ، تحقیق و تخریج: حسن الأمین، دار التعارف للمطبوعات، بیروت، لبنان، ج ۱، ص ۵۸۹

20۔ طبرسی، الشیخ، اعلام الوری بأعلام الہدی، مؤسسۃ آل البیت (ع) لاحیاء التراث، الأولی، ربیع الأول ۱۴۱۷ھ، قم، ایران، ج ۱، ص ۴۴۸

21۔ ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ص ۴۸

22۔ القرآن، النساء، آیت ۔ ۵۹

23۔ النیشاپوری، صحیح مسلم، ص ۱۴۸۰

24۔ اصفہانی، ابو الفرج، مقاتل الطالبیین، الطبعۃ الثالثۃ، المنشورات المکتبۃ الحیدریۃ و مطبعہا، ۱۹۶۵ء، النجف الاشرف، ص ۴۶، ۴۵